مجلّہ احکامِ عدلیہ پر ایک نظر

پروفیسر ایس ایس اونار، ایم اے، پی ایچ ڈی

یہ مقالہ اسلامی قانون کی تدوین کی ایک اہم کوشش۔ مجلّہ احکام عدلیہ کے مفصل تعارف پر مشتمل ہے اور ترکی کے ایک مشہور ماہر قانون کے قلم سے ہے۔ یہ مقالہ ''ادارہ مشرق وسطیٰ واشنگٹن'' کی حالیہ کتاب ''مشرقِ وسطیٰ میں قانون'' Law in the middle East کی پہلی جلد سے لیا گیا ہے۔ فاضل مقالہ نگار کا نقطہ نظر اسلامی نہیں، مستشرقانہ ہے۔ لیکن چونکہ اس میں مجلّہ کا تفصیلی تعارف ہے۔ اس لئے ہم اسے شامل کر رہے ہیں۔

(ایڈیٹر)

۱۸۳۹ کی اصلاحی تحریک جس کا آغاز خط گلخانہ Gulkhana Cherter کے نفاذ سے ہوا تھا سلطنت عثمانیہ میں متعدد تبدیلیوں کا سبب بنی۔ انتظامیہ اور عدلیہ کے بہت سے ادارے مغربی ممالک کے اداروں کے طرز پر از سرِ نو منظّم کئے گئے اور کئی شعبوں میں یورپی قوانین نافذ کئے گئے۔ اسی زمانے میں ''اسلامی قوانین کے تحفظ و بقاء کے لئے ''مجلّہ احکام عدلیہ'' مدون کیا گیا۔

مجلّہ حالانکہ عثمانیوں کی اصلاحی تحریک کی پیداوار تھا لیکن اس کی بنیاد حنفی فقہ پر تھی۔ دراصل اس اہم دستاویز میں کچھ نئے قوانین نہیں، پیش کئے گئے تھے بلکہ ان اسلامی اصولوں کو منضبط کیا گیا تھا جو سلطنت عثمانیہ میں بطور دیوانی قانون کے رائج تھے۔ یہ چیز خود اس کے نام سے بھی ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ لفظ ''مجلّہ'' کے معنی ہیں ''قانونی اصول و ضوابط کا خلاصہ'' اس مجموعۂ قوانین کا پورا نام مجلّہ احکامِ عدلیہ ہے۔

اس مجموعے کی نوعیت کو ذہن نشین کرنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسے کب اور کس لئے سرکاری مجموعہ قانون کی حیثیت سے مرتب کیا گیا تھا اور سلطنت عثمانیہ میں نظام قانون کی حیثیت سے اس کی کیا اہمیت تھی۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

ترتیب اور قانونی حیثیت

مجلہ دراصل دورِ تنظیمات کی تخلیق ہے۔ اس زمانے کی نمایاں خصوصیت دو مختلف نظامہائے قانون کی موجودگی ہے جو مختلف ذرائع سے اخذ کئے گئے تھے۔ ۱۸۳۹ء سے پہلے سلطنت عثمانیہ میں صرف شرعی قانون رائج تھا۔ سلطان کے اختیارات نے جس کی بنیاد برائے حقوق تعزیر پر تھی بحیثیت ملک کے حاکم اعلیٰ کے معاملات عامہ کے نظم و توثیق کے لئے اس ادارے کو اصول مدون کرنے کا مجاز بنا دیا۔

بہر حال یہ اصول وضوابط عوام کے ان حقوق سے مزاحم نہ ہوئے جس کا تحفظ شریعت نے کیا تھا اور نہ ہی یہ ضوابط اسلام کے عام اصولوں سے متجاوز ہوئے۔ ۱۸۳۹ء سے پہلے ملک کا قانون بنیادی طور سے اسلامی تھا لیکن بعد میں مغربی مجموعہ قانون سے کچھ نئے قوانین اپنائے گئے۔

قانون میں اس دو رنگی کے فوری اسباب وہ مسائل ہیں جو ۱۷۸۹ء میں سلطان سلیم (سوئم) کے عہد میں پیدا ہو گئے تھے۔ اس عہد میں جب یورپ ترقی کی بلندیوں پر پرواز کر رہا تھا، سلطنت عثمانیہ کی قوت انحطاط پذیر تھی کیونکہ اس نے علوم وفنون کے میدان میں مغربی ممالک کی ترقی سے استفادہ نہیں کیا تھا۔ جب سلاطین عثمانی کو مغربی ممالک میں اپنی سلطنت کی اس کمزوری کا احساس ہوا تو یہ حضرات سلطنت کو مزید زوال سے بچانے کے لئے مغربی ممالک کے ضابطوں اور علوم وفنون کو اپنانے پر آمادہ ہوئے۔ پھر اسی زمانے میں ترکی کو ایسے نئے قواعد وضوابط کی ضرورت بھی پیش آئی جو یورپی ممالک سے اس کے بڑھتے ہوئے تعلقات میں آسانی پیدا کر سکیں۔

فوج میں اصلاح کا سلسلہ ۱۸ ویں صدی کے اواخر میں شروع ہوا۔ لیکن لوگوں کی طرف سے اس کی شدید مزاحمت کی گئی اور اس مزاحمت کے نتیجہ میں ۱۸۰۷ء میں سلطان سلیم (سوئم) کو قتل کر دیا گیا۔ ۱۸۳۶ء میں محمود ثانی کے دور میں اصلاح کا سلسلہ فوج کے علاوہ دوسرے شعبوں میں بھی پھر سے شروع کیا گیا اور ۱۸۳۹ء میں سلطان عبدالمجید مسند خلافت پر متمکن ہوا تو یہ اصلاحات اپنے عروج کو پہنچ گئیں جس سے تنظیمات کے دورِ نو کا آغاز ہوا۔ کیونکہ اسلامی قانون بعض مسائل مثلاً زرمبادلہ، کارپوریشن اور لین دین وغیرہ کے معاملات سے بحث کرنے سے قاصر تھا اس لئے ترکی اور بیرونی ممالک کے تجارتی تعلقات میں اختلافات اور نزاعات کا فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا۔

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

چنانچہ ۱۸۵۰ء میں یورپی ممالک سے تجارت کو آسان کرنے کے لئے فرانس کا قانونِ تجارت اپنایا گیا۔ پھر اسی طرح کچھ دوسرے شعبوں میں جہاں اسلامی قانون فرسودہ محسوس ہونے لگا، جیسے نظامت بحری Admiralty فوجداری اور عدالتی فیصلوں پر عملدرآمد وغیرہ وہاں یورپی ممالک کے ضابطے رائج کئے گئے۔

ظاہر ہے کہ یہ نئے قوانین پرانی شرعی عدالتوں کے ذریعہ نافذ نہیں کئے جا سکتے تھے اور اس کے لئے ایک دوسری عدلیہ کی ضرورت تھی۔ ۱۸۳۷ء میں یعنی ''فرمانِ گلشن'' کے اعلان سے پہلے انتظامیہ اور عدلیہ کی اصلاح کے لئے ایک کمیٹی قائم کی جا چکی تھی تاکہ وہ نئے قوانین وضوابط مرتب کرے اور ان کے انطباق کا اہتمام کرے۔ ۱۸۶۸ء میں یہ کمیٹی دو حصوں میں تقسیم کر دی گئی۔ (۱) شوریٰ دولت (کونسل آف اسٹیٹ) جو نئے قوانین تیار کرنے اور ان کے عمل میں لانے کے اہتمام میں لگی تھی۔ اور (۲) دیوانِ احکام عدلیہ (جوڈیشل کمیٹی) ان مقدمات کا فیصلہ کرتی تھی جو نئے مغربی قوانین سے متعلق تھے۔ ۱۸۴۰ء کے بعد ایک خاص تجارتی عدالت ان نزاعات کا فیصلہ کرتی تھی جو یورپ اور ترکی کے تجار کے مابین اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ غیر مذہبی عدالتوں کا نیا رواج ۱۸۷۱ء کے حکمنامے کے ذریعہ عمل میں آیا۔ اور ۱۸۸۰ء میں اس حکمنامے کے حدود عمل کو اور زیادہ وسیع کر دیا گیا۔

نئے قوانین وضوابط کے اجزا نے ایک حد تک الجھن پیدا کر دی کیونکہ تجارتی ضابطے وغیرہ کے مجموعے تو مغربی تھے۔ لیکن سلطنت عثمانیہ کے دیوانی قانون کی بنیاد اب تک شرعی قانون پر مبنی تھی۔ اس طرح سلطنت کے پرانے روایتی قانون میں اور نئے اپنائے ہوئے غیر ملکی قوانین میں مغائرت پیدا ہو گئی۔

اس دشواری کا اظہار اس کمیٹی نے جو مجموعہ قانون مرتب کرنے پر مامور تھی ان الفاظ میں کیا۔

> ''اس صدی میں تجارتی تعلقات اتنے دور دراز تک پھیل گئے ہیں اور ان میں اتنی پیچیدگی ہو گئی ہے کہ ترکی قانون تمسکات مبادلہ یا دیوالیہ جیسے معاملات کا تصفیہ نہیں کر سکتا اور ان حالات کے پیش نظر ایسے مسائل کے تصفیہ کے لئے کسی نئے اور خاص ضابطہ تجارت کی ضرورت ہے۔ لیکن ان معاملات کے لئے جو اس کے حدود سے خارج ہیں ملک کے دیوانی ضابطہ کو

اپنانا چاہیے۔ مثال کے طور پر تجارتی ضابطوں میں جہاں ضابطہ تجارت کے مقدمات کی پیروی ہوتی ہے معاہدہ ضمانت اور ایجنسی وغیرہ کے معاملات میں دیوانی قانون کو اختیار کرنا چاہیے۔''

کمیٹی کو پہلی مشکل جو پیش آئی وہ یہ تھی کہ کوئی باقاعدہ مسلم ضابطہ موجود نہیں تھا بلکہ مختلف ماہرین قانون کی تصنیفات میں یہ اصول منتشر تھے اور ان کی زیادہ تر تصنیفات قدیم عربی زبان میں لکھی ہوئی تھیں۔ جس سے نئی غیر مذہبی عدالتوں میں کام کرنے والے قانون دانوں کی واقفیت نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ مسلم ماہرین قانون نہ صرف یہ کہ مغربی قوانین سے نابلد تھے بلکہ وہ منتشر اور بعض اوقات متضاد شرعی قوانین کے ذریعے سے اصول مستنبط کرنا کافی مشکل محسوس کرتے تھے۔

اس صورتحال سے بحث کرتے ہوئے کمیٹی نے اعلان کیا کہ:

''اگر معاملات (لین دین) کے اصول عوام کی ضروریات کے لئے کافی ہیں تو جج ان کو منطبق کرے گا لیکن عوام کا یہ خیال ہے کہ دیوانی عدالتوں کے جج کیونکہ مذہبی قوانین کے ماہر نہیں ہیں اس لئے وہ قانون کے مطابق تنازعات کا فیصلہ نہیں کر سکیں گے بلکہ اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ تجارتی عدالتوں میں جہاں تجارتی قانون رائج ہے۔ ان مسائل پر کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو تجارتی قانون کے دائرہ عمل سے باہر ہیں۔ اور یورپ کے قوانین سے رجوع کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ ترکی کے قوانین نہیں ہیں اور کسی بھی فیصلہ کی بنیاد وہ قانونی شرائط نہیں ہوسکتیں جو ملک کا قانون نہیں ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ خالص تجارتی معاملات کو مذہبی عدالتوں کے سپرد کرنا بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ محض کسی معمولی سے مسئلہ کی خاطر وہ سارے معاملے پر مذہبی قانون کا اطلاق کردیں گی۔ مزیں برآں دونوں عدالتوں کا طریق کار سراسر مختلف ہے۔ تجارتی عدالتوں کے جج مذہبی کتابوں کا حوالہ نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ ان سے نابلد ہیں۔

کمیٹی نے محسوس کیا کہ دیوانی عدالتوں میں ایسے لوگوں کو مقرر کرنا ناممکن ہوگا جو مذہبی قوانین سے بھی واقفیت رکھتے ہیں کیونکہ ان کی تعداد بہت کم ہے اور ذرائع قانون منتشر اور متضاد ہونے کی وجہ سے صحیح قانونی شرائط کا تعین کرنے میں ان کو بھی کافی دشواری پیش آتی ہے۔

ان مشکلات کو رفع کرنے کے لئے ایک دیوانی قانون کی فوری ضرورت تھی۔ کچھ اہل تدبیر نے جن کی قیادت علی پاشا (متوفی ۱۸۷۱ء) کر رہے تھے، اس صورت حال کی اہمیت کے پیش نظر کہ تجارتی عدالتیں انہیں قوانین کو منطبق کر رہی تھیں جو فرانس سے مستعار لئے گئے تھے۔ اس پر زور دیا کہ فرانس کا دیوانی قانون بھی سلطنت عثمانیہ کے دیوانی قانون کی حیثیت سے اختیار کیا جائے۔ دوسروں نے جو مذہبی مکتب فکر کے علمبردار تھے یہ فیصلہ کیا کہ دیوانی قانون کے لئے اسلامی اصولوں کو مدون کرنا چاہئے جو حنفی مکتب فکر سے ماخوذ ہوں۔ اس جماعت کی سربراہی ایک ممتاز عالم اور مدبر سعادت پاشا کر رہے تھے۔

سعادت پاشا کا یہ نقطہ نظر غالب آیا اور ۱۸۶۹ء میں حنفی اصولوں کے مطابق ایک دیوانی قانون مرتب کرنے کے لئے سرکاری کمیٹی تشکیل کی گئی۔ یہ کمیٹی ۱۸۸۸ء تک قائم رہی لیکن کام مکمل کرنے سے پہلے اسے توڑ دیا گیا۔ کمیٹی کے قیام کے زمانے میں بھی اس کے ممبران میں کافی ردو بدل ہوتا رہا، حتیٰ کہ سعادت پاشا جو اس کے صدر تھے اپنی مشغولیات کی زیادتی کی وجہ سے کئی دفعہ منصب صدارت سے دستبردار ہو گئے۔ لیکن کمیٹی کے کام میں ہمیشہ پوری تندہی سے دلچسپی لیتے رہے اور ''مجلّہ'' کی تیاری میں سب سے نمایاں طور پر حصہ لیا۔

مجلّہ کا مقصد اور اس کی تدوین کا ضابطہ سعادت پاشا نے کمیٹی کی رپورٹ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا۔

> ''سوسائٹی کی ضروریات کی تکمیل کے پیش نظر مذہبی اصولوں پر مشتمل ایک ضابطہ کی تشکیل کا کام سلطان کے ایک حکمنامے کے ذریعہ ہمارے سپرد کیا گیا۔ ہم عدالت عالیہ کے دفتر میں بیٹھے اور موجودہ حالات کے مطابق معاملات (لین دین) کے موضوع پر ممتاز حنفی ماہرین کے خیالات و آراء حاصل کئے۔ ہماری تدوین قانون کے مختلف موضوعات کے لحاظ سے منقسم ہے اور اس ضابطہ کا نام ''مجلّہ احکام عدلیہ'' ہے۔''

مجلّہ کے لئے مختلف اجزاء شائع ہوئے اور ان پر کئی سال تک عمل درآمد ہوا۔ پہلا حصہ ۱۸۷۰ء میں شائع ہوا تھا جو تمہید اور ''کتاب البیع'' پر مشتمل تھا اور سولہواں اور آخری حصہ ۱۸۷۷ء میں شائع ہوا تھا۔ مجلّہ سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا گیا اور اس کی حیثیت سلطان کی منظوری کے بعد قانونی ہوگئی۔ اس چیز کو کمیٹی کی رپورٹ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

> ''مسلمہ اصولوں کے مطابق کسی اختلافی مسئلہ میں سلطان کی رائے مانی جائے گی۔ اس لئے اگر اس کتاب میں پیش کی گئی رائے سے سلطان کو اتفاق ہے تو یہ ان کی منظوری کے لئے پیش کی جاسکتی ہے۔''

حالانکہ کمیٹی نے بعد میں دستور العمل کے قانون کو منضبط کر لیا لیکن دیوانی قانون کے دوسرے شعبوں پر کام شروع کرنے سے پہلے ہی ۱۸۸۸ء میں شکی مزاج سلطان عبدالحمید ثانی نے اسے توڑ دیا۔

مجلّہ کو قانونی حیثیت حاصل تھی اور اسے سلطنت عثمانیہ کے دیوانی ضابطہ کے بطور کام میں لایا جاتا تھا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ ماتحت ریاستوں میں اس کو جگہ دی گئی۔ بہرحال یہ اصل یورپی معنی میں ایک ضابطہ قانون نہیں تھا۔ یہ قانون کی مکمل اور مخصوص تفصیل نہیں تھی جیسا کہ انضباط کے وقت اسے مدون کیا گیا تھا بلکہ دراصل یہ رائج الوقت اسلامی قانون کا خلاصہ تھا۔

مجلّہ کا نظم اور اساسی اصول

حالانکہ مجلّہ سلطنت عثمانیہ کا دیوانی ضابطہ تھا۔ پھر بھی یہ دیوانی ضابطہ کے تمام قوانین پر مشتمل نہیں تھا۔ یہ ضابطہ تمہیدی نوٹ اور سولہ ابواب پر مشتمل تھا اور ہر باب ایک علیحدہ موضوع سے بحث کرتا تھا، بیع، اجرت، ضمانت، انتقال قرض، معاہدہ امانت اور متولی، ہدایا، اصراف تغلب اور ضیاع، امتناع جبر، مشترکہ ملکیت، ایجنسی، تصفیہ اور دست برداری، شرکت، قانونی چارہ جوئی، شہادت حلف عدالت میں تحلیف وتعدیل دفعات کی کل تعداد ایک ہزار آٹھ سو اکیاون تھی۔

مجلّہ کا تمہیدی حصہ ان اصولوں پر مشتمل ہے جس کا مقصد خاص خاص مقدمات میں اس کے دفعات کے انطباق کے لئے ہدایات دینا ہیں۔ مثلاً دفعہ نمبر۲ میں ہے۔ ''کسی خاص معاملہ کے لئے جو بھی فیصلہ منظور کیا جائے وہ اس معاملہ کے مقصد کے مطابق ہو۔'' اور دفعہ نمبر۳...... '' معاہدوں

میں نیت اور معنی دیکھے جاتے ہیں نہ کہ الفاظ اور فقرے۔'' یہ دو دفعات معاہدے کی توجیہہ کے لئے اہم اصول پیش کرتی ہیں جو جدید دیوانی قوانین کے تسلیم کئے ہوئے نیت اور ارادہ کے اصول سے مطابقت رکھتی ہیں۔ دفعہ نمبر ۵ میں ہے۔ ''کوئی چیز جیسی کہ وہ فی الاصل ہے ویسی ہی رہے گی۔'' اور دفعہ نمبر ۶ میں...... ''جو چیز قدیم زمانے سے قائم ہے برقرار رکھی جائے گی۔ یعنی صورتِ واقعہ کو اسی حال میں اس وقت تک تسلیم کیا جانا چاہئے جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ کسی قانونی دفعہ سے اسے بدل دیا گیا ہے۔''

ان عام اصولوں میں سے کچھ اصول ہرجانے اور تاوان کے معاملات پر لاگو ہو سکتے ہیں۔ دفعہ نمبر ۳۶ اور نمبر ۴۵ رواج کو ذریعہ قانون تسلیم کرتی ہیں۔ دفعہ نمبر ۴۰ میں لکھا ہے کہ ''رواج قانون کے معنی کو بدل سکتا ہے اور کوئی قانون امتداد زمانہ کے ساتھ تغیر پذیر ہو سکتا ہے۔ (دفعہ نمبر ۳۹)

دوسرے اہم عام قوانین میں دفعہ نمبر ۵۵ بھی ہے جس میں کہا گیا ہے۔ ''کوئی چیز جس کی شروع میں اجازت نہیں ہے آگے چل کر اس کی اجازت ہو سکتی ہے۔'' اور حسب دفعہ نمبر ۵۶ جاری رکھنا شروع کرنے سے آسان ہے۔'' مجلّہ دفعہ نمبر ۵۵ کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل مثال پیش کرتا ہے غیر منقسم مشترک جائیداد میں کوئی حصہ بطور تحفہ کے دے دینا قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ دفعہ نمبر ۵۷ کے مطابق ایک تحفہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب اس کی منتقلی مکمل ہو جاتی ہے اور مشترکہ جائیداد کو بخش دینا ناممکن ہے۔ بہرحال کوئی شخص اگر مشترک مالک ہونے کی حیثیت سے کسی حصہ کو ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے اور جائیداد تقسیم کر دی جاتی ہے تو تحفہ میں یہ جائیداد پانے والا اس کو دیئے گئے حصہ کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

بالعموم اختلافی اصولوں کو معاشی ضروریات سے زیادہ بلند مقام دیا گیا ہے۔ دفعہ نمبر ۳۰ میں ہے۔ ''کسی غلطی کی مداومت میں چاہے معاشی منفعت حاصل ہوتی ہو، اس کو انصاف کی خاطر دور کیا جانا چاہئے۔ اگر کوئی عمارت کسی دوسرے کی زمین پر بغیر اجازت کے غیر قانونی طور پر تعمیر کر لی گئی ہے تو زمین کا مالک اگر چاہے گا تو معاشی نقصان سے قطع نظر اس عمارت کو مسمار کر دیا جائے گا۔''

اسی طرح بعض دفعات میں ضیاع اور نقصان کے نظریہ سے بحث کی گئی ہے جس میں یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ کسی پیدا کی ہوئی شکل میں اگر ایک شخص کو فائدہ پہنچے اس سے دوسرے کو نقصان ہو

تو اس کی ذمہ داری اس شخص پر ہوگی جس کو فائدہ پہنچا ہے۔ یورپی ممالک کے قوانین میں اگر کوئی نقصان کسی کی غفلت کی وجہ سے واقع نہیں ہوا تو وہ اس کا ہرجانہ دینے کا ذمہ دار نہیں ہے۔

مجلّہ کے پہلے حصہ میں بیع سے بحث کی گئی ہے جسے اساسی معاہدے کی حیثیت دی گئی ہے۔ اس حصہ تمہید کے علاوہ ۷ ابواب ہیں۔ شروع میں قانونی اصطلاحوں کی تشریح ہے۔

یوں تو مجلّہ کے ہر حصہ میں اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے لیکن ان میں جامعیت اور نظم کا فقدان ہے۔ آخری ۴ حصوں میں دیوانی ضابطہ اور عدالتی طریق کار کی وضاحت کی گئی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ شادی، طلاق، وراثت اور وقف کے بارے میں اصول نہیں پیش کئے جا سکے ہیں۔ کیونکہ کام مکمل ہونے سے پہلے ہی کمیٹی کو توڑ دیا گیا تھا۔

نجی ملکیت کی جائیدادیں بھی مجلّہ میں زیر غور لائی گئی ہیں۔ مجلّہ سے پہلے کے قانون کے مطابق جائیداد پر ملک کا قانون اراضی امیریہ اور اراضی مملوک پر نافذ ہوتا تھا۔ سرکاری زمینوں کو اجازت حاصل کرنے کے بعد ایک مقرر معاہدے کے مطابق استعمال کیا جاتا تھا۔

خالص حنفی مسلک پر مبنی ہونے کی وجہ سے مجلّہ کے ہر باب کو فقہ کی کسی خاص کتاب کا خلاصہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ پھر اس میں موضوعات پر جس طرح بحث کی گئی ہے اور اس میں جو اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں ان کے پیش نظر مجلّہ کو درسی کتاب بھی کہا جا سکتا ہے۔

مجلّہ کے بنیادی اصول

مجلّہ کے قانونی اصول مندرجہ ذیل خاص حصوں پر مشتمل ہیں، معاہدہ جائیداد، نقصان اور ہرجانہ، تصرف بے جا اور ضابطہ کار۔

معاہدہ: مجلّہ میں یورپ اور امریکہ کے قانون معاہدہ سے بالکل جداگانہ، اصول معاہدہ پیش کئے گئے ہیں۔ اس میں اخلاقیات پر معاشیات سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ مسودہ تیار کرنے والی کمیٹی کی رپورٹ میں حنفی مکتب فکر کے مطابق معاہدے کی شرائط کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔ جائز Valid قابل تنسیخ Voidable اور کالعدم یا منسوخ Void اور ان تینوں اقسام کی شرائط بالتفصیل دی گئی ہیں۔

معاہدے کے سلسلے میں اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ عدل کا یکساں تصور برقرار رہے اور غیر قانونی استفادے کی روک تھام کی جا سکے۔ یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ تمام ممکن تفصیلات واضح کر

دی جائیں اور قانونی توجیہہ کو افراد کا پابند نہ بنایا جائے۔ فریقین کے لئے واجب اختیار بعض شرائط ایسی بھی ہیں جن کی مثل یورپی ضابطہ قانون میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً کسی شخص نے اپنی دو دکانوں میں سے ایک دکان کسی شخص کو کرایہ پر دے دی لیکن یہ نہیں طے کیا کہ کون سی دکان؟

ایسی صورت میں معاہدہ کالعدم Void ہے۔ اسی طرح مزدور کو ملازم رکھتے وقت کام کی نوعیت اور کام کرنے کے طریقہ کا پوری طرح تعین ہونا بھی ضروری ہے حتیٰ کہ اگر کوئی صاحب جائیداد اپنی جائیداد کرائے پر دیتے وقت کسی کالعدم شرائط معاہدہ کی اپنی طرف سے تکمیل کرے پھر بھی کرایہ دار پر کرایہ دینا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ معاہدے کی شرائط ہی کالعدم قرار پاتی ہیں۔ پھر بھی عدالت صاحب جائیداد کو زیادہ سے زیادہ اس کی مساوی رقم بطور ہرجانہ دلاسکتی ہے نہ کہ بطور ایفائے معاہدہ۔

مجلّہ میں آزادیٔ معاہدہ بھی کچھ شرائط کا تابع ہے۔ دفعہ نمبر ۱۰۵ میں کہا گیا ہے کہ بیع سے مراد کسی جائیداد کی دوسری جائیداد سے تبدیلی ہے اور جائیداد سے مراد (دفعہ نمبر ۱۳۶) ایک ایسی چیز ہے جو ضرورت کے وقت کام آسکے جن چیزوں کا استعمال اسلام میں حرام ہے ان کی فروخت نہیں کی جاسکتی جیسے شراب، سور کا گوشت، مردار اور نجاست، اسی طرح وہ چیزیں جن کا کوئی مادی وجود نہیں ہے قابل فروخت نہیں ہیں۔ ایسی چیزوں پر بیع کی شرائط بھی کالعدم ہیں جو جائیداد کی تعریف میں نہیں آتیں۔

معاشی تصورات کو غیر معاشی نقطہ نظر سے دیکھ کر مجلّہ نے بہت سی چیزوں کو معاہدۂ بیع سے خارج کر دیا، اس کے مقصد کو محدود کر دیا اور وقت کے معاشی تقاضوں سے عہدہ برآری نہ کر سکا۔ اس سے نہ صرف بہت سی رکاوٹیں پیدا ہوگئیں بلکہ یہ ضابطہ کافی ہدفِ تنقید بن گیا۔

جائیداد:

مجلّہ میں جائیداد کا وہی تصور ہے، جو یورپین ضابطوں میں پایا جاتا ہے۔ دفعہ نمبر ۱۹۲ کی رو سے اگر دوسرے افراد کے حقوق محفوظ رہیں تو کوئی شخص اپنی جائیداد جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے۔ مجلّہ میں پڑوسیوں کے تعلقات کو کافی اہمیت دی گئی ہے اور ''مشترکہ ملکیت'' کی ''کتاب'' میں اس کو پوری طرح قانون کے حدود میں لے آیا گیا ہے۔ بعض جائیدادیں مفاد عامہ کے لئے قرار دی گئی ہیں۔ بعض مشترکہ جائیدادوں پر بھی حق شفع استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جیسے مشترک دریا سے سیراب ہونے والی جائیدادیں۔ جن میں کسی ایک صاحب جائیداد کو اسی دریا سے

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

سیراب ہونے والی دوسری جائیداد پر حق شفع حاصل ہے۔

حق شفع اسلامی قانون جائیداد میں کافی اہمیت رکھتا ہے اور مجلّہ میں اس کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ دفعہ نمبر ۱۰۰۸ کے تحت حق شفع کی تین امکانی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی (۱) جائیداد سے متعلق کسی ایک چیز کی مشترک ملکیت۔ (۲) کسی ایک چیز سے مشترکہ حق آسائش، (۳) برابری کا پڑوسی۔ مجلّہ میں کسی جائیداد کے مشترک مالکوں کے تعلقات کو بھی کافی اہمیت دی گئی ہے۔

تصرف بے جا اور تخریب:

تصرف بے جا اور تخریب سے متعلق ضابطے آٹھویں حصہ میں ہیں۔ تصرف بے جا کے معنی ہیں کسی کی اجازت کے بغیر اس کی جائیداد پر قابض ہو جانا۔ اسی طرح تخریب براہ راست ہو سکتی ہے یا بالواسطہ۔

تصرف بے جا میں جائیداد جہاں تھی وہیں واپس پہنچائی جاتی ہے اور اگر اس کا اتلاف ہو گیا ہے تو براہِ راست چاہے کسی کی بھی ذمہ داری ہو قبضہ کرنے والے کو اس کی تلافی کرنا پڑتی ہے۔ زیر تصرف چیز کی تبدیلی شکل و ماہیت یا اس کی قدر و قیمت میں کمی یا بیشی کے لحاظ سے قابض اور اصل مالک کے لئے مختلف شرائط ہیں۔ تخریب یا ضیاع کے معاملے میں نقصان پہنچانے والے کی نیت کو اہمیت دینے کے بجائے اس کے نتیجہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ لیکن جہاں نقصان کی ذمہ داری دونوں کی ہوتی ہے وہاں اس کی تلافی بھی دونوں فریقوں کا فرض ہوتا ہے۔

مجلّہ کا تیرھواں حصہ ''اقرار'' Admission سے متعلق ہے۔ ۱۴واں حصہ قانونی چارہ جوئی سے پندرھواں شہادت اور ۱۶واں محکمہ عدل سے۔ لیکن مجلّہ میں ان موضوعات کو ایک قاعدے میں منضبط نہیں کیا گیا ہے۔

اقرار:

اقرار کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ: ''کسی ایک شخص کا اس کے خلاف کسی دوسرے شخص کے دعوے کے اقرار میں بیان۔'' اقرار کے لئے مقر کا عاقل اور بالغ ہونا، بخوشی اقرار کرنا اور سرپرست کی نگرانی سے مستغنی ہونا ضروری ہے۔ اسی کتاب کے جز ۱۳ میں اقرار کے اثرات و نتائج سے بحث کی گئی ہے۔

☆ قال الشافعی رحمه الله تعالیٰ : الفقهاء کلهم عیال ابی حنیفه فی الفقه ☆

اگر کوئی شخص بستر مرگ پر کوئی اقرار کرے اور سال بھر کے اندر اسی بیماری میں مر جائے تو وہ یا تو ناجائز سمجھا جاتا ہے یا پھر اس کو وصیت قرار دیا جاتا ہے، تجاروں کی کتب میں تحریر کو تحریری اقرار سمجھا جاتا ہے۔

چودھویں حصہ میں چارہ جوئی کی شرائط، جواز، جواب دہی یا مدافعت، فریقین، عذر عارض اور حدود چارہ جوئی سے بحث کی گئی ہے۔ چارہ سے مراد عدالت میں کسی ایک شخص کی کسی دوسرے شخص کے خلاف چارہ جوئی ہے۔ فریقین عاقل بالغ ہوں اور مدعا علیہ معلوم اور متعین ہو۔ نابالغوں یا پاگلوں کی طرف سے بھی نمائندگی کی اجازت ہے۔ اسی طرح فریقین اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو سکتے ہوں۔ مدعا علیہ اگر طلبی کے باوجود حاضر عدالت نہ ہو تو اس کی طرف سے نمائندہ مقرر کر کے کارروائی شروع کی جاسکتی ہے۔ اگر فیصلہ کے بعد مدعا علیہ حاضر ہو کر عذر کرے تو سماعت کی جاسکتی ہے۔

حالانکہ مجلّہ میں کارپوریشن سے بحث نہیں کی گئی۔ پھر بھی دو ایک دفعہ ایسی ہیں جو اس سے متعلق ہیں۔ چارہ جوئی ۱۰ سال تک کی جاسکتی ہے اور بعض معاملات کی انتہائی میعاد ۱۰ سے ۳۶ سال تک ہے۔ سفر دماغی عدم توازن اور مدعا علیہ کا ٹور اس مدت کو بڑھا سکتے ہیں۔

پندرھویں حصہ میں شہادت اور حلف سے بحث کی گئی ہے۔ اس کی رو سے دو آدمیوں کی گواہی ضروری ہے ورنہ ایک مرد اور دو عورتوں کی۔ عورتوں کی گواہی بدرجہ مجبوری قبول کی جاتی ہے۔ گونگوں اور بہروں کی گواہی تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح عام طور سے سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر گواہی مستند نہیں ہے۔ گواہی کے بعد عدالت گواہوں کی راستبازی کے متعلق معلومات حاصل کرتی ہے اور اگر گواہ راستباز ثابت ہو جاتا ہے تو اس کی گواہی تسلیم کر لی جاتی ہے۔ اسی کتاب میں دستاویزی گواہی سے بھی بحث کی گئی ہے۔ تحریر یا مہر اگر اس میں جعل سازی نہیں کی گئی ہے تو چارہ جوئی کے لئے معقول وجوہ ہیں۔ عدالت قیاسی گواہی کو بھی تسلیم کرتی ہے۔ مثلاً کسی نے ایک مقتول کی لاش دیکھی اور وہیں پر سے ایک ایسے شخص کو بھاگتے دیکھا جس کے ہاتھ میں خون آلود چاقو ہے تو اسی کو قاتل سمجھا جائے گا۔

مجلّہ کی آخری کتاب محکمہ عدل سے متعلق ہے۔ اس میں جج کی خصوصیات درج یہ ہیں کہ اس کو حاکم نے مقرر کیا ہو۔ وہ ذہین راستباز، قابل اعتبار اور مستقل مزاج ہو۔ فقہ اور قانون سے اچھی طرح واقف ہو۔ اس میں تصفیہ کرنے کی صلاحیت ہو اور صحیح اور غلط میں تمیز کر سکتا ہو۔ کتاب

کے ایک باب میں ثالثی سے بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب اتنی مفصل ہے کہ جج کے لئے اپنی صوابدید کے مطابق کام کرنے کا دائرہ محدود ہو گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مجلّہ میں بہت سے جامع اصول ہیں جو سلطنت عثمانیہ کی ضرورت پوری کر سکتے تھے۔ لیکن جزئی تفصیلات کی کثرت کی وجہ سے ججوں اور فریقوں کا دائرہ کار محدود ہو گیا۔ مجلّہ کے طرز اور دائرہ کار نے اس کو دوسرے قانونی ضابطوں میں کافی اہم مقام عطا کیا۔ مغربی علمائے قانون نے بھی اس کو کافی سراہا۔

مجلّہ کی خامیاں:

بعض ناقدین کی رائے میں مجلّہ کی اصل کمزوری اس کے ان سخت اصولوں میں تھی جن کی بنیاد اسلام پر تھی اور جو بدلے ہوئے حالات کے لحاظ سے تبدیل نہیں ہو سکتے تھے۔(ا) دوسری کمزوری یہ کہ مجلّہ صرف حنفی فقہ کی حد تک محدود تھا۔

۱۹۰۸ء میں ترکی میں دستوری حکومت کے قیام کے بعد مجلّہ پر تنقید کی گئی۔ لیکن اس میں ترمیم مشکل تھی اور نظر ثانی کو خطرناک سمجھا گیا۔ دیوانی ضابطہ جو ۱۸۸۰ء میں نافذ کیا گیا تھا اس کی بنیاد فرانس کے قانون پر تھی۔ اور اس ضابطہ کے بہت سے اصول مجلّہ کے اصولوں سے ٹکراتے تھے۔ لیکن یہ دیوانی قانون ملک کے تجارتی تقاضوں کے مناسب حال تھا۔

۲۱۔ ۱۹۲۰ء میں مجلّہ میں ترمیم و تنسیخ کے لئے ماہرین کی ایک کمیٹی بیٹھی حالانکہ کمیٹی اسلامی قانون تک محدود تھی لیکن حنفی فقہ کی پابند نہیں تھی۔ اس کمیٹی نے مجلّہ میں بہت سی تبدیلیاں کیں۔ لیکن ان پر عمل نہیں کیا گیا۔ ۱۹۲۳ء میں دوسری کمیٹی تشکیل دی گئی جسے صرف اسلامی قانون تک محدود رہ کر ہی ضابطہ دیوانی مرتب کرنے کا اختیار نہ تھا بلکہ مغربی ممالک کے دیوانی قانون کی بنیاد پر بھی مرتب کرنے کی اجازت تھی۔ ابھی اس نے اپنا کام مکمل نہیں کیا تھا کہ ۱۹۲۶ء میں ترکی حکومت نے سوئٹزرلینڈ کے قوانین اپنانے کا فیصلہ کر لیا، ان قوانین نے مجلّہ اور ایسے ہی دوسرے قوانین کی جگہ لے لی جو ان سے متصادم تھے۔ (ترجمہ و تلخیص: حسن الزماں اختر۔ ایم کام)

ا۔ فاضل مقالہ نگار کا یہ اعتراض سراسر باطل، لغو اور بے بنیاد ہے۔ ہم نے اس اعتراض کا تفصیلی جائزہ، اپنے مضمون ''اسلامی قانون اور اس کے نفاذ'' میں لیا ہے۔ جسے قارئین حصہ پنجم میں دیکھ سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆